انسانی کردار میں تعلیم وتربیت کی ضرورت

محمد حسین حافظی[1]

خلاصہ :

ہر خواب کی تعبیر حاصل کرنے کیلئے جد وجہد، کوشش، قربانی اور عمل ضروری ہے۔ اسی لئے خداوند کا ارشاد گرامی ہے"لیس للانسان الا ما سعی "[2] انسان کو وہی چیز ملتی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے اگرا فراد کی صحیح اخلاقی تربیت کی جائے، اچھی تعلیم دلائی جائے، ان کے بنیادی عقائد محکم کئے جائیں تو یقیناً ایک اچھا معاشرہ وجود میں آئے گا، اس لیے کہ انہیں افراد سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے؛ پس یہ کہنا غلط ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کی عقیدتی اور اخلاقی تربیت کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن پھر بھی ہمارے بچے بگڑ چکے ہیں اسلامی عقائد، اخلاق اور آداب سے یکسر خالی ہو چکے ہیں، یہ نہ ہماری غلطی ہے اور نہ ہماری اولادوں کی یہ معاشرے کی غلطی ہے، آج کل معاشرہ اتنا بگڑ چکا ہے کہ لوگ ہر غلط کام کو اچھا سمجھتے ہیں، بے پردگی عام ہوتی جارہی ہے اور نت نئے فیشن نے ہمارے سماج اور معاشرے کو خراب کیا ہوا ہے، ہر جگہ سینما ہال موجود ہیں، گھروں میں ہر وقت چلنے والے ٹی وی میں ایسے سین دیکھائے جاتے ہیں جو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتے وغیرہ۔۔۔ یاد رکھیں! معاشرہ خراب نہیں ہے، ہم نے معاشرے کو ایسے افراد دیئے ہیں جن کے بنیادی عقاید کی تربیت نہیں ہوئی۔ جب کہ والدین کا شرعی وظیفہ ہے کہ بچوں کی دنیا آباد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آخرت کا بھی سوچیں، بچوں کو نماز کی اہمیت اور نماز پڑھنے کا عادی بنانا ان کے اولین فرائض میں سے ہے۔ بچوں کو اسلامی عقاید اور اخلاقیات سے آشنا کرانا، ضروری احکامات کی تعلیم دینا، اسی طرح بری خصلتوں سے بچوں کو دور رکھنا اور اپنی اولادوں کو اولاد صالح اور نیک انسان بنا کر معاشرے کو پیش کرنا والدین کا وظیفہ ہے- كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [3]؛ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں بازپرس ہو گی۔

کلیدی کلمات: تعلیم ،تربیت، انسان، معاشرہ، تعلیم وتربیت

---

[1] پی ایچ ڈی طالب علم، شعبہ فقہ تربیتی، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ

[2]۔ نجم، ۳۹۔

[3]۔ شعیری، محمد بن محمد، جامع الأخبار، جلد: ۱، ص۱۱۹، ناشر: مطبعۃ حیدریۃ، بی تا۔

تعلیم کے معانی اور مفہوم

تعلیم اور تربیت ا, یک دوسرے کا مترادف , یا مساوی نہیں ہیں۔ اِز سان کی تعلیم کا انتظام کر, نا تربیت کے صرف ا, یک جز کو پورا کر, نا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہم ان دونوں کلموں کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعلیم:

لغات کے ماہرین کہتے ہیں: علم یا مصدر ہے یا اسم مصدر اگر مصدر ہے تو کسی بھی چیز کی حقیقت کو درک کرنا، شعور، نقیض جہل[1] کسی بھی چیز کو دریافت کرنا[2] شناخت اور دانش[3] یقین اتقان اور معرفت[4] کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں علم کے معنی اطلاعات، مہارت، اور دانش کے ہیں۔ کتاب معرفت؛ چیستی، امکان وعقلانیت کے مصنف لکھتے ہیں: فارسی زبان میں اگر علم مصدر کی شکل میں ہو تو اس کے دو معنی ممکن ہیں۔

۱۔ جاننا۔ ۲۔ یقین کرنا۔ اسی طرح اگر علم اسم مصدر کے معنی میں ہو تب بھی علم کے دو مفہوم قابل تصور ہیں۔

۱۔ دانش اور معرفت ۲۔ یقین[5] لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں لغت کے اعتبار سے علم کے معنی "جاننا" ہے ۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو علم کا معنی عام ہے؛ یعنی ہر قسم کی آگاہی، اطلاعات اور معلومات چاہئے وہ آگاہی مشاہدے کی وجہ سے حاصل ہو یا کسی علمی آزمایش اور تجربے کی وجہ سے حاصل ہو، علم کا یہ معنی مترادف ہے کلمہ نالج (Knowledge) جو انگلش زبان میں ہر قسم کی معلومات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف میں علم کو ہنر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ فرماتے

---

[1] ۔ راغب اصفہانی، محمد حسین، المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۸۰.
[2] ۔ دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا، ص، ۲۲.
[3] ۔ زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، ص ۴۹۵.
[4] ۔ دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا، ص، ۲۲.
[5] ۔ ر.ک: محمد معین، فرہنگ فارسی، ج ۲، ص ۲۳۴۲.

ہیں: علموا اولادکم السباحه والرمایه [1]؛ اپنی اولادوں کو تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دو۔ پس علم کے معانی میں سے ایک معنی ہنر ہے۔ [2]

آیۃاللہ جوادی آملی تعلیم کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تعلیم یعنی انسان فکری اعتبار سے اس حد تک پہنچ جائے کہ واضح اور روشن چیزوں کو اپنا منبع قرار دے کر علمی اور فکری پیچیدہ اور سخت مسائل کو حل کر سکے۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان علمی عملی دو پہلوؤں کا حامل ہے اس کا علمی پہلو تعلیم کے ذریعے سے اور عملی پہلو تربیت کے ذریعے سے پرورش پانا چاہئے۔ [3]

تربیت:

لغت کی کتابوں میں تربیت کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں جیسے اخلاق و تہذیب کی تعلیم اور پرورش [4] ادب واخلاق [5]، تادیب تغذیہ اور تہذیب [6] کے معنی میں آئی ہے۔ قرآن مجید میں خود لفظ تربیت کہیں پر بھی ذکر نہیں ہوا ہے لیکن رب ب اور رب و کے دوسرے مشتقات قرآنی متعدد آیات میں نظر آتے ہیں۔ [7] بہر حال تربیت کا حروف اصلی چاہئے ربب ہو یا ربو اس کا پرورش کرنے اور کسی شیئ کو درکار تمام ضروریات بہم پہنچا کر اس چیز کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچانے کا نام

---

[1] ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۶، ص۴۷۔

[2] ۔ فیاضی، غلام رضا، معرفت شناسی اسلامی، جلد۱، ص ۲۳-۲۴۔

[3] ۔ مجلّہ رشد معلم، (شمارہ۱۱، ۱۹۸۳) ۱۳۔

[4] ۔ فیروز اللغات اردو جامع لاہور (فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ) ۳۵۴۔

[5] ۔ محمد، معین، فرہنگ فارسی، جلد۱، (تہران، انتشارات کبیر، ۱۳۶۰، شمسی) ۱۰۶۳۔

[6] ۔ علی اکبر، دہخدا، لغت نامہ، ج۱۴ (تہران، موسسہ انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۷۲ شمسی) ۵۵۰۔

[7] ۔ محمد، علی، رضائی اصفہانی، قرآن وتربیت (تفسیر موضوعی میان رشتہ ای قرآن وعلوم) ج۱، (تہران، سازمان دارالقرآن کریم، نشر تلاوت، ۱۳۹۴ شمسی) ۱۶۔

تربیت ہے۔ تربیت کا لفظ بطور کلی جسمانی اور روحانی پرورش دونوں کے لیئے استعمال ہو تا ہے نیز تدریجی پرورش، نمو، رشد کے مفاہیم بھی اس میں شامل ہے۔[1]

لیکن جب یہ لفظ انسان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ: انسان میں موجود استعداد اور صلاحیتوں کو نکھارنے کیلیئے جن شرایط کی ضرورت ہوا کرتی ہیں ان شرایط کو فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

انسان جب اس کائنات میں قدم رکھتا ہے تو وہ ناقص ہوتا ہے اسے کامل بننے کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اہل فضائل، صاحب فضیلت بننے کی ضرورت ہوتی ہے اور بقول فارابی جو اہل فضائل ہو گا وہ حکیم ہو گا، لیکن ارسطو کہتے ہیں انسان کا صاحب فضیلت ہونے کیلیئے حکیم ہونا کافی نہیں ہے ؛بلکہ تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔اگر ہم ایک سالہ بچہ کے ساتھ باتیں کرنے کی شرایط فراہم کریں یعنی اس کے ساتھ گھر والے بولتے رہیں تو ایک سال بعد بچہ بولنا شروع کرے گا۔ اگر گھر والے اس بچے کو صرف کھانے پینے کی ضروری اشیاء فراہم کرتے رہے لیکن اس سے بات نہ کریں تو ممکن ہے بچہ ۷۰ سال کا ہو جائے لیکن بولنا نہ آئے۔ اسی طرح انسان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی کرے تو اس میں انسانی صفات پیدا ہو سکتی ہیں، لیکن اگر اسے تعلیم دیں اور تربیت نہ کریں تو اس میں شیطانی صفات پیدا ہونگی بقول ہمارے استاد کے: ہم دیکھتے ہیں کچھ تربیت سے عاری انسان ایسے بھی ہیں جو ۹۰ سال ہونے کے باوجود بے نمازی ہوتے ہیں یا وہ اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ اختلاف اور نزاع رکھتے ہیں، جب کہ اختلافات اور لڑائی جگھڑا کرنا حیوانوں کا کام ہے۔ تعلیم وتربیت کا اصلی ہدف انسان کی پرورش کرنا ہے؛ کیونکہ انسان جسم رکھنے کے ساتھ ساتھ روح بھی رکھتا ہے لہذا جس طرح انسان کے جسم کی تربیت کرنے کے لیئے مربی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس کی روح کی تربیت کیلیئے بھی مربی کی ضرورت ہوا کرتی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ انسان کے جسمانی تربیت کرنے والے مربی کا خود تربیت یافتہ ہونا ضروری نہیں

[1]۔ محب، رضا۔ تربیت، لغوی مفہوم اور خصوصیات، سہ ماہی سماجی، دینی، تحقیقی مجلّہ نور معرفت، جلد ۱۰ شمارہ ۴۵ (۲۰۱۹ عیسوی)،

ہے، بلکہ بی تربیت از سان بھی اس کی جسمانی تربیت کرسکتا ہے، لیکن از سان کے روحانی مربی کیلئے ضروری ہے کہ خود پہلے تربیت یافتہ ہو۔ ازسان بی ایمان، روحی مربی نہیں ہوسکتا، واقعی مربی وہ ہے جو انسان کو کمال تک پہنچانے میں مدد کرتا ہے۔

تعلیم وتربیت کی ضرورت

تعلیم، ہر از سان کی بنیادی ضرورت میں سے ایک ہے چاہے وہ امیر ہو، یا غریب، مرد ہو، یا عورت، یہ از سان کا حق ہے جو کوئی اس سے نہیں چھین سکتا، کسی بھی قوم کی پیشرفت اور ترقی کا راز علم ہے، علم ہی ہے جو انسان کو کمال اور سعادت کی چوٹی پر پہنچا دیتا ہے۔

علم ہے میراث آدم علم ہے راز حیات علم کی ضو سے ہوتی ہے درخشاں سب کائنات

یقینا تعلیم وہ واحد وسیلہ ہے جس کے ذریعے ہم معاشرے کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ تعلیم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ بحار الانوار میں ایک روایت امیر المومنینؑ سے نقل ہوئی ہے: العلم افضل من المال بسبعه ؛ مال کے مقابل علم سات چیزوں کے باعث افضل ہے۔ انه میراث الانبیاء و المال میراث الفراعنه ؛ علم انبیا کے میراث ہے جبکہ مال فرعون صفت افراد کے میراث ہے۔ العلم لا ینقص بالنفقه و المال ینقص بها ؛ علم خرج کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔ یحتاج المال الي الحافظ و العلم یحفظ صاحبه ؛ مال کیلئے محافظ کی ضرورت ہے اور علم خود صاحب کی حفاظت کرتا ہے۔ العلم یدخل في الکفن و یبقي المال؛ علم آدمی کے کفن میں بھی ساتھ رہتا ہے (یعنی بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کے لائق ہے جبکہ مال اسی دنیا میں چھوٹ جاتا ہے۔ المال یحصل للمومن و الکافر و العلم لا یحصل الاّ للمومن خاصه ؛ مال مومن اور کافر سب کو مل جاتا ہے لیکن علم صرف اور صرف مومن کو

نصیب ہوتا ہے۔ جميع الناس يحتاج الي صاحب العلم في امر دينهم و لا يحتاجون الي صاحب المال؛ دین کے معاملات میں تمام لوگوں کو اہل علم کی ضرورت پڑھتی ہے لیکن اہل مال کو نہیں۔ العلم يقوي الرجل علي المرور علي الصراط و المال يمنعه [۱]؛ علم ہر انسان کو صراط مستقیم سے گذرنے کی طاقت فراہم کرتا ہے جبکہ مال مانع ہوتا ہے۔ تعلیم کی ضرورت اور اہمیت پر امام سجادؑ سے بھی ایک دلچسپ حدیث نقل ہوئی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: لو يعلم الناس ما في طلب العلم لطلبوه ولو بسفك المهج و خوض اللجج [۲]؛ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تعلیم کی اندر کیا کچھ موجود ہے تو وہ اسے خون جگر بہا کر اور دریاوں کی تہوں میں غوطہ لگا کر حاصل کرتے۔ سورہ مبارکہ مجادلہ میں ارشاد ربانی ہے کہ مومنین علم و دانش کے مطابق درجات پائیں گے، یعنی روز قیامت مومنوں کے درجات پانے کا معیار اور ملاک ان کا علم و دانش ہے۔ وَ الَّذينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجاتٍ [۳]؛ وہ جنہیں علم دیا گیا ان کے درجات کو اللہ بلند فرمائے گا۔ اسی طرح سورہ مبارکہ فاطر میں علماء کو ہی خدا سے ڈرنے والا کہا گیا ہے: إِنَّما يَخْشَى اللّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَمؤُا [۴]؛ اللہ کے بندوں میں سے صرف اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

عصر حاضر میں بچوں کو تعلیم دلانے کا مقصد دولت اور ثروت کی جمع آوری بتایا جاتا ہے، جبکہ تعلیم کا اصلی ہدف اور مقصد انسان بنانا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق انسان سازی اور اس کی تربیت کیلئے تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلائیں جس سے ہماری نسلوں کو دنیاوی امتحانوں کے ساتھ ساتھ اخروی امتحانوں میں بھی کامیابی ملے۔ انسان فطری طور پر حق طلب ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ انسان کا ضمیر چاہتا ہے کہ انسان ہمیشہ حق کی تلاش میں رہے اور تعلیم وہ چیز ہے جو انسان کو حق کا راستہ دکھانے میں اہم کردار ادا

۱۔ بحار الانوار ج ۱ ص ۱۸۵
۲۔ عوالی اللآلی: ۹/۶۱/۴۔
۳۔ مجادلہ ۱۱
۴۔ فاطر۔ ۲۸۔

کرتی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اس دور میں لوگ اپنے بچوں کو دینی مدرسوں میں ایڈمیشن کرانے سے حدالامکان پرہیز کرتے ہیں، بلکہ عصر حاضر کا ہر شخص یہی کوشش کرتا ہے کہ اس کا بچہ زمانے کے مطابق دنیاوی تعلیم حاصل کرے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔اس مقصد میں کامیابی کا بہترین راستہ انگلش کی تعلیم سمجھتے ہیں۔اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت اکثر ممالک میں تعلیمی معیار انگلش میڈیم اسکولز ہیں، توکیا یہ معیار صحیح ہے؟

یہ ایک بنیادی اور بہت اہم سوال ہے کہ جس پر غور وفکر کرنا مختلف ایجوکیشن شعبوں سے تعلق رکھنے والے علم دوست حضرات، ماہرین فن علم کیلئے نہایت ضروری ہے۔اس سوال کا جواب تعلیم کے ہدف پر موقوف ہے، یعنی پہلے تعلیم حاصل کرنے کا ہمارا ہدف معین ہو تو پھر اس ہدف تک پہنچنے کے لیئے راہ کا معین کرنا ہمارے لیئے آسان ہوگا۔ماہرین تعلیم بچوں کے لیئے پہلے کسی ہدف کا سوچتے ہیں پھر اسی لحاظ سے نصاب تعلیم کو متعارف کرواتے ہیں اور یہی پورا نصاب ایک سسٹم کے تحت اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں ہمارے بچے اور بچیوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ یاد رکھیں تعلیمی نصاب بچوں کی زندگی پر بڑا اثر کرتا ہے، یہی نصاب ہے جس سے انسان کی سوچ، فکر اور اجتماعی وانفرادی معیار بدل جاتا ہے۔ نصاب انسان کو فرشتوں سے اونچے مقام پر بھی لے جا سکتا ہے اور اسی نصاب کے ذریعے انسان حیوانات سے بدتر بھی بن سکتا ہے۔اس بارے میں لوگوں میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کیلئے وہی تعلیم اچھی ہے جس سے زیادہ سے زیادہ پیسہ کما سکیں۔ان کے ہاں تعلیم کا ہدف پیسہ کمانا ہے؛ لہٰذا اجتماعی ایجوکیشن پروگرامز میں یا انفرادی طور پر بچوں کے والدین کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کی فکر کرو۔ بچوں کے مستقبل کا سوچو، اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں اگر بچوں کا مستقبل بنانا ہے تو انہیں کسی اچھے انگلش میڈیم اسکول میں ایڈمیشن کراو۔ان کے مقابل میں کچھ دوسرے لوگوں کا

عقیدہ یہ ہے کہ دنیاوی تعلیم انسان کی کچھ دنیاوی ضروریات کو پوری کر سکتی ہے، لیکن ہمیں ایسے نصاب کو تشکیل دینا چاہیئے جن سے ہمارے بچوں کی دنیاوی ضروریات پوری ہونے کے ساتھ ساتھ انسان ساز بھی ہو اور اخروی ضروریات کے لیئے بھی کام آئے،اس لیے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کیلیئے تو کوئی نہیں آیا ہے، بلکہ یہ اللہ تعالی کا اٹل وعدہ ہے،ہر مخلوقات ایک مدت کے بعد ختم ہو جائے گی۔اسی طرح انسان بھی اپنی عمر کی ایک خاص مدت گزارنے کے بعد اس دنیا سے چلا جاتا ہے؛ لہٰذا ہمیں اپنے بچوں کی اس دنیا کی بھی فکر کرنا چاہیے جہاں پر انھیں ہمیشہ رہنا ہے۔اللہ کے تمام برگزیدہ لوگوں نے کہا ہے کہ قیامت آئے گی جسے علمی اصطلاح میں یوم جزا یا معاد کہتے ہیں ۔ قرآن کی متعدد آیات میں اور سنت رسول اللہ ﷺ میں بار بار قیامت اور معاد کا تذکرہ ملتا ہے اور انسان کی عقل بھی کہتی ہے کہ ضرور قیامت کے دن حساب وکتاب ہونا چاہیئے، عدالت ہونی چاہیئے اور سزا وجزا ہونا چاہیے۔ ہمارا نصاب ایسا ہونا چاہیئے جس سے ہماری نسلوں کو دنیاوی امتحانوں کے ساتھ ساتھ اخروی امتحانوں میں بھی کامیابی ملے؛ لہٰذا والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلائیں جس سے بچہ دونوں امتحانوں میں کامیاب ہو۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں؛ لہٰذا اپنے بچوں کو قرآن مجید (جو ہدایت کی کتاب ہے) کو سکھانے میں اتنی ہی دلچسپی لینا چاہیئے جتنی دلچسپی انگلش میں لیتے ہیں، کیونکہ انگریزی تعلیم، دنیاوی زندگی کا منشور اور دستور ہے اور قرآن مجید دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کا منشور اور دستور کی طرف رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔ عصر حاضر میں ہمارے بچے اور ہماری آنے والی نسلیں قرآنی اصول سے دور سے دور تر ہوتی جارہی ہیں۔اس وقت ہماری روزمرہ زندگی قرآن کے سنہرے اصولوں کے مطابق گزرنے کے بجائے دنیاوی رسم ورواج، طور وطریقے اور عادتوں میں گزر رہی ہے جس کے نتیجے میں ہمارے اکثر بچے اور بچیوں کو قرآن سمجھنا تو دور کی بات ہے انہیں قرآن دیکھ کر پڑھنا بھی نہیں آتا تو قرآن کے اصولوں پر کیسے عمل کر پائینگے،ایسے میں ہمارے بچے صرف نام کی حد تک مسلمان رہ جائینگے اور عمل کے اعتبار سے قرآن سے کوسوں دور ہونگے۔اس کے ذمہ دار ماں باپ ہیں، کیونکہ

والدین کا ہم و غم اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم سکھانا ہے جس کیلئے دن رات کی کمائی لٹانے کیلئے تیار ہیں، لیکن قرآن کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ آیا ہم قرآن کی اسٹیڈی زیادہ کرنا پسند کرتے ہیں یا آکسفورٹ کی کتابوں کی؟ آیا آج کل کے معاشرے میں قرآن کا نہ آنا عیب سمجھا جاتا ہے یا انگریزی کا نہ آنا؟

ہم اپنے بچوں کے مستقبل کیلئے قرآنی علوم سے مدد لیتے ہیں یا انگریزی علوم سے؟

ہمارے مسلم معاشرے میں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو انگریزی تو فل آتی ہے، لیکن قرآن کے زیر زبر کا بھی علم نہیں رکھتے۔ عصر حاضر میں بچوں کو تعلیم دلانے کا مقصد دولت اور ثروت کی جمع آوری بتایا جاتا ہے، جبکہ تعلیم کا اصلی ہدف اور مقصد انسان بنانا ہے۔ ہر شخص کی یہ دلی خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ میرے بچے تعلیم یافتہ ہوں کیونکہ تعلیم سے حق اور باطل کا راستہ معلوم ہوتا ہے، صحیح اور غلط اور اچھے اور برے کی تمیز ہوتی ہے۔ انسان فطری طور پر حق طلب ہوتا ہے؛ لہٰذا یہ انسان کا ضمیر چاہتا ہے کہ انسان ہمیشہ حق کی تلاش میں رہے اور تعلیم وہ چیز ہے جو انسان کو حق کا راستہ دکھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اسی لیے بہت ساری حدیثوں میں علم کو نور اور روشنی سے تعبیر کیا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: العلم نور يقذفه الله في قلبه من يشاء[1]؛ علم ایک نور ہے جس کو خداوند متعال جس کے دل میں ڈالنا چاہئے ڈال دیتا ہے۔ علم ہدایت کا چراغ ہے جو ہر بھٹکے ہوئے انسان کی رہنمائی کرتا ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں دنیا میں جو بھی غلط حرکتیں ہوتی ہے وہ جہالت کی وجہ سے ہوتیں ہیں۔ جب انسان جاہل ہوتا ہے تو ہر غلط کام اس سے سرزد ہو جاتا ہے جسکی بہت ساری مثالیں اور واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

[1]۔ بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۲۴۔

عصر حاضر میں مسلم معاشرے کی سب سے بڑی آفت حق اور باطل کی پہچان نہ ہونا ہے خصوصا جب باطل کو حق کا لباس پہنا کر جب معاشرے میں پیش کیا جاتا ہے اور معاشرے میں رہنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حق ہے یا باطل، اس کی وجہ بصیرت کا فقدان ہے اور بصیرت اس لیے نہیں ہوتی ہے، کیونکہ ان کے پاس علم نہیں ہوتا۔ جب انسان حق اور باطل کی تمیز نہ کرسکے تو یہ انسان کیلیئے بہت مشکل مرحلہ ہے۔اس مرحلے سے گزرنے کے لئے انسان کو زیادہ سے زیادہ تلاش اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حدیث میں ہمیں یہ جملہ ملتا ہے (الْمَـــرْءَ يَطِيرُ بِهِمَّتِـهِ)[1] ؛مرد ہمت کے زریعے پرواز کرتا ہے۔امیر المومنینؑ کا فرمان ہے: (قَـدْرُ الرَّجُـلِ عَـلَى قَـدْرِ هِمَّتِـهِ)[2]؛ہر شخص کی ارزش اور قیمت اس کی ہمت کے لحاظ سے ہے۔جب انسان علم اور تربیت کے حصول سے کمالات کے اعلی درجے پر فائز ہوتا ہے تو وہ اخلاق جیسی نیک صفات سے متصف ہوتا ہے جس کی تکمیل کے لئے رحمۃ للعالمین کو خدا نے مبعوث کیا۔اللہ کے حبیب ﷺ فرماتے ہیں: (إِنَّمَـا بُعِثْـتُ لِأُتَمِّـمَ مَكَـارِمَ الْأَخْـلَاقِ)[3]؛ مجھے سب سے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

تعلیم وتربیت کا موضوع

تمام وحیانی علوم کا محور، مرکز اور موضوع انسان رہا ہے لہٰذا ہم یہ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کا موضوع انسان ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو کائنات کی ساری چیزوں پر فضیلت دیکر خلق فرمایا اور اشرف المخلوقات جیسا عظیم لقب سے نوازا۔ دوسری طرف کائنات کی ساری چیزیں انسان ہی کی خدمت کے لیئے خلق کیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث قدسی میں فرماتے ہیں: خلقت الاشیاء لاجلک وخلقتک لی[4]؛کائنات اور وہ تمام چیزیں جو اس کائنات

---

[1]۔ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار (ط-بیروت)، جلد ۱۸، ص ۲۸۲، ناشر: دار إحياء التراث العربي، بیروت، ۱۴۰۳ق۔

[2]۔ حلوانی، حسین بن محمد بن حسن بن نصر، نزهة الناظر وتنبیه الخاطر، جلد ۱، ص ۴۶، ناشر: مدرسة الإمام المهدي عج، قم: ۱۴۰۸ق۔

۳۔ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرك الوسائل ومستنبط المسائل، ص ۱۸۷، قم، ناشر: مؤسسة آل البيتؑ، سال چاپ: ۱۴۰۸ق

[4]۔ حدیث قدسی

میں ہیں کو انسان کیلئے خلق کیا ہے اور اے انسان تجھے اپنے لیئے۔ خدا کے پاس انسان کی بہت بڑی منزلت ہے یہی انسان ہے جسے خدا نے اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ لیکن انسان جب دنیا کی زرق و برق میں گم ہو جاتا ہے تو اپنا مقام و منزلت کھو بیٹھتا ہے اور اپنی قیمتی زندگی کو حقیر داموں میں بھیج دیتا ہے۔ زیارت اربعین میں ہمیں یہ جملہ ملتا ہے: (وَ قَدْ تَوازَرَ عَلَيْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْيا)[1]؛ یہ وہ لوگ تھے جنہیں زندگی کے فریب نے خود میں مشغول کر دیا تھا، مادی دنیا، اس کی زرق و برق اور خواہشات نفسانی نے انہیں خود سے غافل بنا دیا تھا (وَ باعَ حَظَّهُ بِالْاَرْذَلِ الْاَدْنىٰ) انہوں نے سعادت و خوشبختی جیسے عظیم سرمایہ کو، جو خدا خلقت کے ساتھ ہر انسان کو عطا کرتا ہے، بہت نا چیز اور حقیر داموں میں بیچ دیا تھا۔[2]

انسانوں کے اقسام:

۱۔انسان نما حیوان ۲۔انسان واقعی

۱۔ انسان نما حیوان:

انسان نما حیوان سے مراد وہ انسان ہے جو ظاہرا شکل اور صورت میں تو انسان جیسا ہے لیکن واقع اور حقیقت میں اس سے انسانیت کی بو تک نہیں آتی، انسانیت اس سے کوسوں دور ہے، اس کا باطن حیوانیت اور درندگی سے بھرا ہوا ہے، گرچہ معاشرے میں مال و دولت اور پیسوں کی ریل پیل کی وجہ سے اس کا مقام بہت اونچا ہو اور لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ۔ وہ اپنی دنیاوی دولت اور جاہ و مقام کی وجہ سے تکبر کرنے پر اتر آتا ہے اور اپنی اس جلد ختم ہونے والی چیزوں پر ناز کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ انسان واقعی اور انسانیت سے یکسر خالی انسانوں میں فرق یہ ہے کہ

---

[1] [2] ۔ زیارت اربعین۔

جس کسی کے اندر تھوڑی بھی انسانیت ہو گی وہ دوسرے انسانوں؛ بلکہ دوسری تمام مخلوق کے دکھ درد کا احساس کرے گا، ایسا انسان دوسروں کی بھوک، پیاس، فقر، ناداری، اور ظلم وستم کو دیکھ کر اپنے اندر بے چینی، بے سکونی اور درد کا احساس کرے گا، ایسا احساس اور درد اسی شخص کے دل میں اٹھے گا جو انسان واقعی ہو گا، لیکن انسان نما حیوانوں میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ انہیں صرف اپنی اور اپنے بچوں کی فکر ہو گی وبس، ایسے لوگ ظاہر میں انسان جیسے ہیں، لیکن حقیقت میں چلتے پھرتے حیوان ہیں۔ ان میں اور درندوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خواجہ میر درد فرماتے ہیں: درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ اطاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

۲۔ انسان واقعی:

انسان حقیقی یا انسان واقعی وہ ہے جو حقیقت میں انسان ہو، انسانی اقدار کے پاسداری کرنے والا ہو، انسان کے مقامات اور مراتب کا پاس رکھنے والا ہو، جسے اگر ہم ایک جملے میں سمیٹنا چاہے تو یوں کہہ سکتے ہیں انسان واقعی اسے کہتے ہیں جس میں انسانیت نظر آئے، اس میں انسانی ضمیر بیدار ہو اور وہ اس ضمیر کی پکار کا جواب دہ ہو۔ اور جو اپنے آپ کو انسانی ضمیر کی پکار کے لئے آمادہ رکھتا ہے وہ اپنے جیسے تمام بنی نوع انسان بلکہ خدا کی بنائی ہوئی تمام مخلوقات کے درد اور دکھوں کو محسوس کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ:

ا۔ انسانی خدمت اور خدمت خلق کو اپنے لیئے فخر محسوس کرے گا۔

۲۔ وہ دوسروں کی بھوک اور پیاس کو اچھی طرح درک کر سکے گا۔

۳۔ وہ کسی پر ظلم اور ستم ہوتے ہوے دیکھے تو فوراً اس کے دفاع پر اتر آئے گا۔

۴۔ وہ دو کھہ، فراڈ، جھوٹ، غیبت جیسی بیماریوں سے اپنے آپ کو دور رکھے گا۔

۵۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی منفعت کو اپنی منفعت پر ترجیح دے گا۔

انسان واقعی وہی ہوتا ہے جس کے دل میں انسانوں کے لئے درد ہو انسانیت کا درد دل میں رکھنا انسانیت کی علامت ہے۔ انسانیت کا درد ایک اچھی صفت ہے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے درد اچھی صفت کیسے ہو گئی درحالیکہ درد انسان کیلئے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ درد انسان کو بے چین کر دیتا ہے۔ درد رنج آور ہے؟

جواب:

درد ظاہراً پر ملال، رنج آور، اور تکلیف دہ ضرور ہے لیکن حقیقت میں یہی درد انسان کو جان لوا بیماریوں سے بچانے کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ کبھی کبھار انسان کے سر میں یا بدن کے کسی حصے میں درد ہوتا ہے اور درد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بدن میں کسی قسم کی بیماری ہے اور ممکن ہے اس بیماری کا جلد علاج نہ ہو تو موت واقع ہو جائے، انسان علاج کے پیچھے تب جاتا ہے جب اسے اس بیماری کے متعلق علم ہو اور بیماری کی طرف متوجہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسے درد ہو اور تکلیف سے بے چین ہو جائے، پس معلوم ہوا درد کا احسان ہے کہ انسان کو اس کی جان لیوا بیماری کی طرف متوجہ کراتا ہے۔ انسانیت کا درد بھی ایسا ہی ہے جب تک معاشرے میں کوئی اس درد کا احساس نہیں کرتا تب تک انسانی معاشرے کی مشکلات نہیں سمجھ سکتا، لہٰذا اسلام میں خدمت خلق کو اگر عبادت قرار دیا ہے تو وجہ یہی ہے تاکہ انسانی درد کو سمجھیں۔ جس انسان کے دل میں انسانیت کا درد ہوگا ایسا انسان کسی پر ظلم اور ستم ہوتے ہوئے دیکھے تو فوراً اس کے دفاع پر اتر آئے گا۔ امیر المومنینؑ نے بھی اپنی پوری زندگی انسانیت کی خدمت اور انسانی اقداروں کی حفاظت کیلئے وقف کر دی۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے آپ نے مختلف قسم کی مشکلات برداشت کیں، انسانیت کیلئے درد دل رکھتے تھے، اپنے بیٹوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ خدارا خدمت خلق کو فراموش نہ کرنا، آپ کی زندگی کے تمام شعبوں میں یہ چیز روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے۔ مولائے کائناتؑ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے فرزند دلبند امام حسنؑ سے وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: أَيْ بُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَاناً فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ

غَيْرِكَ فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ اكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ وَ لَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ وَ أَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ وَ اسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُ مِنْ غَيْرِكَ وَ ارْضَ مِنَ النَّاسِ لَكَ مَا تَرْضَى بِهِ لَهُمْ مِنْكَ وَ لَا تَقُلْ بِمَا لَا تَعْلَمُ بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ وَ لَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ[1] ؛بیٹا! دیکھو اپنے اور غیر کے درمیان میزان اپنے نفس کو قرار دو اور دوسرے کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اس کے لئے بھی وہ بات ناپسند کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو۔ کسی پر ظلم نہ کرنا کہ اپنے اوپر ظلم پسند نہیں کرتے ہو اور ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنا جس طرح چاہتے ہو کہ سب تمہارے ساتھ نیک برتاؤ کریں اور جس چیز کو دوسرے سے برا سمجھتے ہو اسے اپنے لئے بھی برا ہی تصور کرنا۔ لوگوں کی اس بات سے راضی ہو جانا جس سے اپنی بات سے لوگوں کو راضی کرنا چاہتے ہو۔ بلا علم کوئی بات زبان سے نہ نکالنا اگرچہ تمہارا علم بہت کم ہے اور کسی کے بارے میں وہ بات نہ کہنا جو اپنے بارے میں پسند نہ کرتے ہو۔ نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کا وہ خط جو آپ نے مالک اشتر کے نام لکھا ہے اس خط کا ایک جملہ یہ ہے (وأَشْعِرْ قَلْبَك الرَّحْمَة للرَّعِيَّة، والْمَحَبَّةَ لَهُمْ، واللُّطْفَ بِهِمْ، ولا تكُونَنَّ علَيْهم سَبُعاً ضَارِياً تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ، فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ: إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّينِ، أو نَظِيرٌ لَك فِي الْخَلْقِ)[2]؛رعایا کے ساتھ مہربانی، محبت ورحمت کو اپنے دل کا شعار بنالو، اور خبردار ان کے حق میں پھاڑ کھانے والے درندوں کی مثل نہ ہو جانا، کہ انہیں کھا جانے ہی کو غنیمت سمجھنے لگو کہ مخلوق خدا کی دو قسمیں ہیں: بعض تمہارے دینی بھائی ہیں اور بعض تمھارے جیسے بشر ہیں۔

عالمی شہرت یافتہ شاعر سعدی شیرازی کہتا ہے:

بنی آدم اعضای یک پیکراند　که در آفرینش زیک گوہر اند
چون عضوی بدرد آورد روزگار　دیگر عضوہا را نماند قرار
توکز محنت دیگران بی غمی　نشاید که نامت نہند آدمی

[1] ۔ ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، جلد۱، ص۶۸۔
[2] ۔ احمدی میانجی، علی، مکاتیب الائمۃ علیہم السلام، جلد۱، ص۴۷۸۔ و نہج البلاغہ

بنی آدم ایک ہی جسم کی اعضاء ہیں اس لئے وہ خلقت میں ایک ہی جوہر سے ہیں۔ جب زمانہ ایک حصے کو درد میں مبتلا کرتا ہے تو دوسرے اعضاء بھی بے چین اور بے قرار ہو جاتے ہیں اور تو جو کہ دوسروں کی مصیبت سے بے غم ہے تجھے انسان کہنا نا مناسب ہے۔

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق علم اور معرفت ہے۔ انسان کی جتنی معرفت بڑھے گی اتنا ہی اس کے علم میں اضافہ ہوگا، لیکن حیوانات کی معرفت محدود ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا علم اور شناخت کا دایرہ بھی محدود ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹانے سے معلوم ہوتا ہے ایک زمانہ ایسا تھا کہ انسان کی معرفت اور علم بہت محدود تھا اس نے غاروں کو اپنا مسکن اور رہنے کیلئے انتخاب کیا پھر آہستہ آہستہ اس کی معرفت بڑھی اور اس کے علم میں اضافہ ہوا اس کے بعد کچھ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ چار دیواری کرنے کا سوچا اور آہستہ آہستہ چار دیواری میں زندگی کرنا شروع کی اور آج انسان کا علم اتنا بڑھ گیا ہے کہ انسان نے مختلف ڈیزائن کے گھروں کو بنا کر مختلف قسم کے بنگلوں میں زندگی کرنا شروع کی، لیکن حیوان پہلے بھی جنگلوں میں زندگی کرتے تھے اور آج بھی جنگل ہی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ سب علم اور معرفت کی لامحدود اور محدود ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح انسان اور حیوان کی زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔ استاد شہید مطہری اپنی کتاب انسان و ایمان میں انسان اور حیوان کے فرق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انسان کا دوسرے جانداروں کے ساتھ بنیادی فرق دو صورتوں میں واضح ہوتا ہے: (۱) ادراکات (۲) رجحانات

یہی فرق انسانیت کا معیار اور انسانی تمدن و ثقافت کا سرچشمہ ہے۔ انسان بھی دوسرے جانداروں

کی طرح خواہشات اور آرزوؤں کا حامل ہے، اس دنیا کے بارے میں حیوان کی آگاہی فقط ظاہری حواس ہی کے ذریعہ ہوتی ہے بنا برایں: حیوان کی آگاہی سطحی اور ظاہری ہے اشیاء کے اندر اور ان کے اندرونی روابط سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ حیوان کی آگاہی انفرادی اور جزوی ہوتی ہے۔ کلیت اور عمومیت سے تہی دامن ہے۔ حیوان خاص علاقہ تک محدود ہوتی ہے حیوان کی زندگی کے دائرے تک محدود رہتی ہے اس کے اپنے محدود محیط سے باہر نہیں جاتی۔ اگر حیوان کسی خاص ہدف کے حصول کی تگ و دو کر رہا ہو یا کسی خاص مقصد کی جانب بڑھ رہا ہو جو اس کے دائرے سے باہر ہے مثلاً اس کی حرکت انفرادی ہونے کی بجائے نوع سے تعلق رکھتی ہو یا حال کی بجائے مستقبل سے مربوط ہو جیسے بعض اجتماعی زندگی گزارنے والے حیوانات مثلاً شہد کی مکھی وغیرہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ غیر شعوری طور پر جبلی تقاضوں کے تحت انجام دے رہی ہوتی ہے، حیوانات کی آگاہی حال سے متعلق ہے فقط زمان حال سے مربوط ہے ماضی و مستقبل سے منقطع ہے۔ حیوان اپنی تاریخ سے آگاہ ہے نہ تاریخ عالم سے آشنائی رکھتا ہے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے نہ اس کے لئے کوئی ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ جس طرح کائنات کے بارے میں حیوانی شناخت محدود ہے اسی طرح حیوانی خواہشات بھی خاص حدود ہی کے اندر مقید ہیں۔ حیوانات کی خواہشات مادی ہیں کھانے پینے کھیلنے سونے گھر بنانے اور جنسی لذت کے حصول تک محدود ہیں حیوان کے لئے اخلاقی و معنوی اقدار معنیٰ نہیں رکھتیں۔ اس کی خواہشات ذاتی اور انفرادی ہیں جو اس کے اپنے ساتھ ہی مربوط ہیں یا زیادہ سے زیادہ اس کے اپنے جوڑے اور اولاد کے ارد گرد گھومتی ہیں۔ حیوان ایک خاص علاقہ تک محدود ہیں اور اس کی زندگی کے دائرے میں ہیں۔ اس کا تعلق زمان حال ہی سے ہوتی ہیں۔ انسان کی آگاہی وادراک کا میدان ہو یا خواہشات ومیلانات کا ہر دور تک انسان کی دسترس بہت وسیع اور اعلیٰ ہے۔ انسانی آگاہی و معرفت اشیاء کے ظواہر سے عبور کر کے ان کی ذات وماہیت کے اندر دور تک سرایت کرتی ہے۔ اس کے باہمی روابط اور ان پر حاکم قوانین میں بھی اثر ورسوخ پیدا کر لیتی ہے۔ انسان کی آگاہی زمان و مکان کی قید سے مبرا یہ زمان و مکان دونوں کو

پیچھے چھوڑ کرآگے بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ اپنے دائرہ حیات سے ماوراکی بھی آگاہی حاصل کرلیتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان دوسرے کرات کی بھی خبر لے آتا ہے۔ انسان اپنے ماضی و مستقبل کے بارے میں معلومات حاصل کرلیتاہے۔انسان اپنی تاریخ کے ساتھ ساتھ زمین آسمان پہاڑ دریا جنگلات ونباتات معدنیات وحیوانات اور دنیاکی دوسری مخلوقات کے بارے میں بھی آگاہی حاصل کرلیتاہے۔ وہ آئے دن نئی نئی خبروں کاانکشاف کرتا رہتاہے، مستقبل کے بارے میں بڑی دور کی سوچتاہے۔ان سب سے بڑھ کرانسان اپنی فکری قوت کے بل بوتے پر بعض لامحدوداور جاوداں اشیاء کی بھی شناخت حاصل کرلیتاہے۔[1]

تعلیم میں کامیابی کے شرایط

تعلیم میں انسان کوکامیابی اسی وقت مل سکتی ہے جب ان تین اہم شرطوں کومد نظر رکھتے ہوئے حاصل کرے۔

ا۔ حصول علم کا مقصد اللہ کی رضایت حاصل کرنے کیلئے ہو۔

یہاں پر ایک اوراہم سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے اگر حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے والی چیز علم ہے تو ہم اپنے ارد گرد بہت سارے تعلیم یافتہ لوگوں کو دیکھتے ہیں جوظاہری طور پر پڑھے لکھے ہیں اس کے باوجود ان میں حق اور باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات اس کے برعکس پڑھے لکھے لوگ ہی باطل کو حق کالباس پہنا کر معاشرے میں پیش کرتے ہیں؟

جواب: یہ ہے، چونکہ علم حاصل کرنے کا ہدف کی وجہ سے علم ہونے کے باوجود راہ راست

---

[1] مطہری، مرتضی، انسان وایمان، مقدمہ ای بر جہان بینی اسلامی، ج اچاپ ہشتم، ناشر: انتشارات صدرا۔ ۱۷ ۱۳

نظر نہیں آتا

کیونکہ علم اس وقت ثمر بخش ہو سکتا ہے جب اس کا ہدف خدا کی رضایت کے لئے ہو، آج کل کے لوگ تعلیم حاصل تو کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ انسانی کمالات کے اعلی درجات حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ہدف غلط ہوتا ہے اس جدید دور میں طالب علم کا مقصد حصول علم سے صرف پیسہ کمانا ہوتا ہے آپ اس دور کے کسی بھی طالب علم (Student) سے پوچھیں کہ آپ تعلیم کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ تو جواب یہی ملے گا تاکہ اچھی نوکری ملے اور اچھی زندگی کر سکیں اسی طرح ٹیچر حضرات کا مقصد بھی اس پیشے سے پیسہ کمانا ہی ہوتا ہے درحالیکہ ہر Student کو اپنی جگہ پر یہ سوچنا چاہیئے کہ جو صلاحیتیں خدا نے ان کو دی ہیں وہ خدا کی ایک امانت ہیں لہٰذا جس نے یہ امانت دی ہے اسی کو مد نظر رکھنا چاہیئے؛ یعنی علم صرف خدا کی خوشنودی کے لئے پڑھنا چاہیئے اور جس کا مقصد خدا ہو گا کامیابی اس کے قدم چومے گی، لیکن اگر خدانخواستہ علم کا مقصد غیر خدا ہو، تو ایسا علم فتنہ کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ　　املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ

ناحق کیلئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ　　شمشیر ہی کیا نعرہ تکبیر بھی فتنہ (ڈاکٹر علّامہ محمد اقبال)

۲۔ انتھک محنت اور تلاش۔

اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے:(لیس للانسان الا ما سعی) ؛انسان کو وہی چیز ملتی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی فیلڈ میں انسان تب کامیاب ہوتا ہے جب وہ پوری محنت اور تلاش کرے اور جب انسان محنت کرتا ہے تو یقیناً وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کی محنت کبھی رایگان نہیں جائے گی؛ لہٰذا علمی دنیا میں بھی کامیاب و کامران وہی شخص ہو سکتا ہے جو محنت اور تلاش کرنے والا ہو، لیکن اگر کوئی شخص حصول علم تو چاہتا ہے لیکن محنت نہیں کرتا تو ایسے لوگوں

کو کامیابی کے اعلی منازل حاصل کرنے کی امید بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں بچے کالج اور یونیورسٹیز جوائن کرکے تعلیمی میدان کو سر کرنا چاہتے ہیں ایسا ہرگز ممکن نہیں صرف یونیورسٹی جوائن کرنے سے کامیابی نہیں ملتی ہے؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انتھک محنت اور تلاش بھی کرنی ہوگی؛ لہٰذا سستی اور کاہلی کو کنارر کھ کر شوق، جزبے اور لگن کے ساتھ تلاش اور محنت کرنا، کامیابی کیلیئے کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

یہ ایک فطری بات ہے کہ جتنا انسان کا ہدف عالی ہوتا ہے اتنا ہی وہ سختیاں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ دنیا میں ساری چیزیں اسی قانون فطرت پر چل رہی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بچہ جننا عورت کے لئے کتنا سخت کام ہے۔ اس دوران عورت کی زندگی موت اور حیات کے درمیان ہوتی ہے اس کو سو فیصد اپنی جان بچنے کا یقین نہیں ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ایک فطری بات ہے کہ ہر عورت شادی کے بعد اولاد کی ہی تمنا کرتی ہے اور اگر اولاد ہونے میں دیر ہو گئی تو علاج کرواتی ہے۔ کبھی انسان بیمار ہوتا ہے اور کبھی مریضوں کو ڈاکٹر لاعلاج قرار بھی دیتا ہے یہاں تک کہ انہیں کبھی عجیب و غریب قسم کے آپریشن کا حکم کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دل اور جگر کا پھاڑنا کتنا سخت کام ہے لیکن اس کے باوجود ہر مریض اور ان کے گھر والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جلد از جلد اس کا علاج ہو، سوال یہ ہے کہ ان دونوں مثالوں میں لوگ سختیاں اور مشکلات کو کیوں برداشت کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے؛ کیونکہ ان کا نتیجہ ثمر آور ہے، عورت بچے کی تمنا اس لئے کرتی ہیں تاکہ پوری زندگی ان کی یہ اولاد ان کے آنکھوں کی ٹھنڈک بنی رہے اور لوگ آپریشن کی سختیاں اس لیئے برداشت کرتے ہیں؛ کیونکہ ان کی زندگی، ان کا زندہ رہنا اسی آپرشن پر موقوف ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چیز کی مشکلات اور سختیوں کو انسان اس لیئے برداشت کرتا ہے؛ کیونکہ اس کا نتیجہ مفید ہوتا ہے۔

۳۔ حصول علم کیلئے دل پاک و پاکیزہ ہو۔

یہ بات جاننا چاہئے کہ علم دل سے تعلق رکھتا ہے؛ لہٰذا دل کا پاک و پاکیزہ ہونا تعلیمی میدان میں اولین شرط ہے، چنانچہ سورہ مبارکہ جمعہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوے اللہ تعالی نے فرمایا: ویزکیهم ویعلمهم الکتاب و الحکمه [1] اس آیہ شریفہ میں پہلے تذکیہ نفس پھر تعلیم کو حاصل کرنے کا ذکر ہے۔ علم نور ہے؛ لہٰذا اس نور کی جگہ بھی نورانیت ہونی چاہئے۔ علم کا ظرف یعنی دل پاک وصاف ہو لیکن اگر علم کی جگہ پاک نہ ہو اور دل گناہوں سے آلودہ ہو تو ممکن ہے یہی علم انسان کو تاریکی اور ظلمت کی طرف لے جائے اس وقت یہ نور تاریکی میں بدل جائے گا اور بقول امام خمینی حجاب اکبر بن جائے گا۔

۴۔ حصول علم تربیت کے ساتھ ہو۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: (یا ایها لذین آمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا) [2]؛ اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاو۔

جہنم کی آگ سے اسی وقت اولاد بچ سکتی ہے جب اس کی صحیح تربیت کی جائے اور اللہ کی اطاعت میں اپنی زندگی گزر بسر کرے اور اچھی تربیت ہی کے ذریعے اللہ کی بندگی اور اطاعت ممکن ہوتی ہے۔ بچوں کو جہنم کی آگ سے بچانا ماں باپ کا وظیفہ ہے۔ آج کل کی دنیا میں ماں باپ سمجھتے ہیں کہ بچوں کو اولیول اسکول میں پڑھانے سے ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے درحالیکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ جتنی بچوں کی دنیاوی زندگی کا سنوارنا ماں باپ کا وظیفہ ہے اس سے کئی گنا زیادہ اپنے بچوں کی آخرت کا سنوارنا اور آخرت کی زندگی آباد کرانا ضروری ہے۔ وہ زندگی جہاں ہمیشہ رہنا ہے، جسے حیات ابدی سے تعبیر کرتے ہیں اور قیامت کے ان حولناک اور سخت مراحل کے بارے میں بچوں کی رہنمائی کرنا والدین کے اولین فرائض میں سے ہے۔ قیامت کا وہ دن، جس کا تعارف اللہ تعالی

[1]۔ جمعہ، ۲۔
[2]۔ تحریم۔ ۶۔

نے قرآن مجید کے متعدد آیات میں کیا ہے، یقیناً وہ مراحل بہت سخت اور دشوار ہیں، جن کی طرف توجہ کرنا ہم سب کیلئے ضروری ہے ورنہ وقت کے گزر جانے کے بعد کف افسوس ملنے کے علاوہ اور کچھ نہیں رہے گا اور پانی سر سے گزر جانے کے بعد متوجہ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالی قیامت کے دن کے بارے میں فرماتا ہے: وَ اتَّقُوا يَوْماً لا تَجْزى نَفْس عَنْ نَفْسٍ شَيْئاً وَ لا يُقْبَلُ مِنْها شَفاعَة وَ لا يُؤْخَذُ مِنها عَدْل وَ لا هُمْ يُنْصَرُونَ [1]؛ اس دن سے ڈرو کہ جس میں کوئی شخص سزا و جزا میں دوسرے کی جگہ نہیں لے گا نہ اس کے بارے میں شفاعت قبول ہو گی اور نہ تاوان یا بدل ہی قابل قبول ہو گا اور نہ کوئی شخص اس کی مدد کے لیے کھڑا ہو سکے گا۔ يَوْمَ تَرَوْنَها تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذاتِ حَمْلٍ حَمْلَها وَ تَرَى النَّاسَ سُكارى وَ ما هُمْ بِسُكارى وَ لكِنَّ عَذابَ اللَّهِ شَديد [2]؛ قیامت کے دن خدا کا عذاب اس قدر شدید ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور لوگ مبہوت اور مست نظر آئیں گے حالانکہ وہ مست نہیں ہوں گے لیکن خدا کا عذاب شدید ہے۔ يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [3]؛ ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ یقیناً تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ بچوں کی تربیت کے بارے میں امیر المومنینؑ سے بھی ایک خوبصورت حدیث نقل ہوئی ہے۔ اکرموا اولادکم و احسنوا آدابہم [4]؛ اپنے اولاد کی عزت کرو اور ان کی صحیح تربیت کرو لہٰذا ماں باپ کو بچوں کی تربیت سے زرا بھی غافل نہیں ہونا

[1] ۔ بقرہ، ۴۸۔
[2] ۔ حج، ۲۔
[3] ۔ حشر، ۱۸۔
[4] ۔ بحار الانوار: ۴۴/۹۵/۱۰۴

چاہئے، تربیت کئے بغیر یہ امید رکھنا کہ کل بچے میرا احترام کریں گے، میری عزت کریں گے، ہمارے بوڑھاپے میں کام آئیں گے، ہماری خدمت کریں گے وغیرہ۔۔۔ تو اس کی مثال اس کسان کے جیسی ہے جو اپنے کھیت کی صحیح دیکھ بھال نہیں کرتا، محنت نہیں کرتا، وقت پر ضرورت کا پانی اور کھاد نہیں ڈالتا، اضافی گھاس بھوس کو نہیں ہٹاتا ہے اس کے باوجود وہ کھیت سے اچھی فصل کاٹنے کی امید رکھتا ہو۔ کیا ایسا ممکن ہے؟

تعلیم اگر تربیت کے بغیر ہو تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا جو آج کل ہمیں اپنے معاشرے میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ آج کے معاشرے میں انسان کتنا تعلیم یافتہ ہی کیوں نہ ہو اسے صرف اپنی فکر ہے اور اپنے رشتہ داروں کی، اس کے علاوہ غریب اور نادار لوگوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس لیے کہ اسے پڑھایا ہی پیسوں کے لئے تھا۔ انسانیت نام کی کوئی چیز اس میں نظر نہیں آتی ہے۔

تربیت کے بغیر تعلیم حاصل کرنے والوں کی مثال معاشرے میں بھری پڑی ہیں۔ زندگی کے کسی بھی شعبے میں دیکھو اس کی مثالیں ملیں گی۔ آج کے مشہور اسپیشلسٹ ڈاکٹرز کو دیکھئے جس نے بہت زیادہ تعلیم حاصل کر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کا لقب پایا ہے، لیکن تربیت نہ ہونے کیوجہ سے غریب اور نادار لوگوں سے زیادہ سے زیادہ فیس وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ انسانیت کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے، نادار لوگوں کا خیال رکھنے میں ان کی بھلائی ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کی تربیت کے بغیر کسی کو تعلیم دلائی جائے تو یقیناً اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، فطرت کی آواز اسے سنائی نہیں دیتی، اخباروں میں، سوشل میڈیا پر کتنی ایسی خبریں گردش کر رہی ہوتی ہیں جس میں کہا جا رہا ہوتا ہے کہ فلاں ڈاکٹر کی لاپروائی کی وجہ سے فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اقوام کی تقدیر معاشرے کے افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے لہٰذا افراد جیسے ہونگے ویسی ہی اقوام

کی تقدیر ہوگی اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرکے معاشرے کو پیش کریں تو پوری اقوام کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

۵۔ بچوں میں موجود استعداد کا پرکھنا

اگر خداداد صلاحیتوں کی بات کریں تو ہر انسان کو خدا نے ایک خاص استعداد اور صلاحیت دے کر پیدا کیا ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان صلاحیتوں کو نکھارنے اور ابھارنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ ہر انسان میں مختلف صلاحیتیں پائی جاتی ہیں، جیسے کسی میں پائلٹ بننے کی صلاحیت ہوتی ہے تو کسی میں سائنس دان اور انجینئیر وغیرہ بننے کی، لیکن ہمارے معاشرے میں ایجوکیشن کے حوالے سے سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم معاشرے میں زندگی کرنے والے تمام افراد کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سب کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے ڈاکٹر یا انجینئیر وغیرہ بنیں، لہٰذا اپنے بچوں کو کسی فیلڈ میں ڈالنے سے پہلے یہ سوچیں اور پرکھیں کہ بچے میں کونسی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اس کا جاننا ہم سب کیلئے بے حد ضروری ہے، کیونکہ کبھی کبھار کچھ ایسے بچے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں تجارت یا باغبانی کی صلاحیت سے زیادہ کوئی استعداد نہیں ہوتی لیکن ان کے والدین انہیں انجینئر بنانا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں بچہ کسی بھی فیلڈ میں کامیاب نہیں ہوسکتا، بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ناکامی اس کا مقدر بن جائے گی۔ اگر ہم معاشرے کے افراد کو مختلف شعبوں میں تربیت دیں اور جو شخص جس فیلڈ میں دلچسپی رکھتا ہو اسے اسی فیلڈ میں لگادیں تو وہ معاشرے میں یقینا ایک کامیاب انسان بنے گا۔

تعلیم کے ساتھ تربیت کرنے کا فائدہ

اگر ہم اپنے بچوں کی زندگی کے آغاز میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی اہتمام کریں تو اس کا

فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے بچے اپنے خالق ومالک خدا کو پہچان سکیں گے اور خدا کے احکامات پر سمجھ کر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے بچے اس جلد ختم ہونے والی دنیا میں عدالت جیسی عظیم نعمت کو لوگوں میں عام کرنے کا ذریعہ بنیں گے اور امیر وغریب کے درمیانی افتراق کو ختم کرکے تمام انسانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھیں گے اور اپنی دنیا کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو آباد کرنے میں کامیاب ہونگے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی جلد ختم ہونے والی ہے لیکن آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے، لہٰذا عقلمند انسان، ابدی زندگی کو جلد ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دے گا۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب؛ آگاہ رہو اللہ کی یاد ہی انسان کے دلوں کو اطمینان بخشتی ہے۔ اور علامہ اقبال اس آیہ شریفہ کی خوبصورت منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے   تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

لہٰذا سکون اور اطمینان حاصل کرنے کیلئے معنویت کا پہلو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ انسان کا اصل سرمایہ اسکی معنویت ہے معنویت ایک ایسی چیز ہے جس پر شیطان غالب نہیں آسکتا۔

دشمنان اسلام کی تلاش و کوشش ہمیشہ سے یہی رہی ہے اور رہیگی کہ کسی نہ کسی طریقے سے ہم سے خصوصا ہماری آنے والی نئی نسل، نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے معنویات الٰہی چھین لیں۔ وہ اپنے اس منحوس عزائم اور اہداف کو پانے کیلئے مختلف راستے اور طریقے اختیار کرلیتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ بے پردگی کو عام کرنا

۲۔ مادیات کو معنویات پر ترجیح

۴۔ جدید تعلیم کے نام سے مخلوط کلاسز کا انعقاد

۵۔ موسیقی کی تعلیم کو یونیورسٹیز اور مختلف تعلیمی اداروں میں رائج کرنا

۶۔ الٰہی سیاست کے مقابل میں شیطانی سیاست کی پرچار

۷- حقوق بشر کے نام پر انسانی حقوق کی پائمالی
۸-انٹرنیٹ کے ذریعے غلط مواد کو عام کرنا

نتیجہ :

علم کے ساتھ تربیت بھی ہو تو اس کا فائدہ یہ ہوگا:

ا۔ انسانی معاشرے سے چوری، ڈکیتی، قتل و خونریزی جیسے بڑے بڑے فسادات اور برائیوں کا خاتمہ ہوگا اور اس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ ایک امن اور خوشحال معاشرہ میں تبدیل ہوگا۔

۲۔ تعلیم و تربیت کے سائے میں پرورش پانے والا انسان ہمیشہ یہ سوچے گا کہ ہم خدا کی مخلوق ہیں اور وہ ہمارا خالق۔ مخلوق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کے ہر موڑ میں اس کے محتاج ہیں اور خدا کی ذات ہر چیز پر قادر ہے۔ جس کے پاس خدا ہے اس کے پاس سب کچھ ہے۔

۳۔ تربیت کے ساتھ پرورش پانے والا شخص کبھی بھی کسی انسان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا، بلکہ ہمیشہ یہ سوچے گا کہ یہ بھی خدا کی مخلوق ہے، ممکن ہے اللہ کے ہاں مجھ سے زیادہ اس کا مقام بلند ہو۔

۴۔ ایسا انسان کبھی بھی اپنے مال دولت اور سرمائے پر فخر نہیں کرے گا، بلکہ وہ یہ بات اپنے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کرے گا کہ اس سارے مال و دولت اور جائداد کا حقیقی مالک خدا ہے اور یہ اس کی دی ہوئی نعمت ہے، ہمیں اس کا شکرادا کرنا چاہئے۔ یہ اس کی دی ہوئی امانت ہے جس دن وہ چاہئے اپنی امانت لے سکتا ہے۔

۵۔ وہ انسانی خدمت اور خدمت خلق کو اپنے لیئے فخر محسوس کرے گا۔

٦۔ وہ دوسروں کی بھوک اور پیاس کو اچھی طرح درک کر سکے گا۔

۷۔ وہ کسی پر ظلم اور ستم ہوتے ہوئے دیکھے تو فوراً اس کے دفاع پر اتر آئے گا۔

۸۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی منفعت کو اپنی منفعت پر ترجیح دے گا۔

منابع ومآخذ

القرآن
نہج البلاغہ

۱. ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، جلد ۱، ص ۶۷
۲. حلوانی، حسین بن محمد بن حسن بن نصر، نزہۃ الناظر وتنبیہ الخاطر، جلد ۱، ص ۴۶، ناشر: مدرسۃ الإمام المہدی عج، قم: ۱۴۰۸ق۔
۳. علی اکبر، دہخدا، لغت نامہ، ج ۱۴ (تہران، موسسہ انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۷۲ شمسی) ۵۵۰۔
۴. زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، ص ۴۹۵.
۵. شعیری، محمد بن محمد، جامع الأخبار، جلد: ۱، ص ۱۱۹، ناشر: مطبعۃ حیدریۃ، بی تا۔
۶. فیاضی، غلام رضا، معرفت شناسی اسلامی، جلد ۱، ص ۲۳-۲۴.
۷. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار (ط- بیروت)، جلد ۱۸، ص ۲۸۲، ناشر: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق۔
۸. محب، رضا۔ تربیت، لغوی مفہوم اور خصوصیات، سہ ماہی سماجی، دینی، تحقیقی مجلّہ نور معرفت، جلد ۱۰ شمارہ ۴۵ (۲۰۱۹ عیسوی)، ۲۸
۹. حدیث قدسی۔
۱۰. دعاعرفہ۔
۱۱. زیارت اربعین۔

۱۲. فیروزاللغات اردو جامع لاہور (فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ) ۳۵۴۔
۱۳. مجلّہ رشد معلم، (شمارہ۱۱، ۱۹۸۳) ۱۳۔
۱۴. محمد، علی، رضائی اصفہانی، قرآن وتربیت (تفسیر موضوعی میان رشتہ ای قرآن وعلوم) ج ۱، (تہران، سازمان دارالقرآن کریم، نشر تلاوت، ۱۳۹۴ شمسی) ۱۶۔
۱۵. محمد، معین، فرہنگ فارسی، جلد۱، (تہران، انتشارات کبیر، ۱۳۶۰، شمسی) ۱۰۶۳۔
۱۶. راغب اصفہانی، محمد حسین، المفردات فی غریب القرآن، ص۵۸۰.
۱۷. نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ص۱۸۷، قم، ناشر: مؤسسۃ آل البیتؑ، سال چاپ: ۱۴۰۸ق۔
۱۸. احمدی میانجی، علی، مکاتیب الائمۃ علیہم السلام، جلد۱، ص۴۷۸۔
۱۹. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ط-الاسلامیۃ)، ناشر: دار الکتب الاسلامیۃ، تہران، ۱۴۰۷ ق۔
۲۰. مطہری، مرتضی، انسان وایمان، مقدمہ ای بر جہان بینی اسلامی، ج۱ چاپ ہشتم، ناشر: انتشارات صدرا۔ ۱۳۷۱